

واقعہ غرائیق کی استشراتی تعبیرات۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ

Orientalistic Interpretations of the Event of Ghar Aneeq
A Critical Study

ڈاکٹر صباحت افضل: لیکچرر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Quran, Hadith and Seerat-un-Nabi (S.A.W.) have been the most significant subjects for modern Orientalists in view of their fundamental importance in the structure of Islamic Shariah. The study of orientalist work on Seerah reveals that they have interpreted the life of Hazrat Muhammad (S.A.W.) in light of their pre-established views and opinions about Islam. While illustrating any aspect or incident of the life of the Prophet, they tend to use the unauthentic historical traditions for achieving their desired results. While explaining a particular historical tradition, they often avoid mentioning the other versions of that tradition that may nullify their requisite conclusions. The incident of Gharaneeq is one of those incidents which has not only been misunderstood but also consciously misinterpreted by the Orientalists. The verses in the praise of Gharaneeq (female deities) that have been narrated by some Muslim historians became a foundation of the Orientalist theory of "satanic verses" and hence provided them with an opportunity to raise questions about the authenticity of the whole Quran as a word of God. In this research paper an attempt has been made to describe the orientalists' illustrations of the incident of Gharaneeq, to analyse the validity of their arguments and to point out the narrative weaknesses of this incident. It will also highlight the methodology of Orientalists' study of Seerah literature.

مطالعہ سیرت میں مستشرقین کا ایک اہم منہج مؤرخین کے بیان کردہ بعض ضعیف واقعات کو ایسے مبالغہ آمیز اسلوب میں کرپش کرنا ہے جس سے پیغمبر اسلام کی تصویر کشی ایک ایسے شخص کے طور پر کی جاسکے جو اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہر طرح کا سمجھوتہ کرنے پر راضی ہے اور اپنے پیغام کی بنیادی روح سے ہٹ کر بھی کوئی بات قبول کرنے کیلئے تیار ہے۔ اس طریقہ کار کا مقصد آپ کی عظمت کردار اور آپ کی تعلیمات کی سچائی کو مشکوک بنانا ہے۔ اس سلسلہ میں کتب سیرت میں بیان ہونے والے

واقعہ غرائیق کو خوب ہوا دی گئی ہے جس کو روایت کرنے والے ابن سعد¹، طبری² اور بیہقی³ ہیں۔ طبقات ابن سعد میں یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے:

رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْمِهِ كَفًّا عَنْهُ، فَجَلَسَ خَالِيًا، فَتَمَنَّى فَقَالَ: "لَيْتَهُ لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ شَيْءٌ" يُنْقَرُهُمْ عَنِّي " وَقَارَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمَهُ، وَدَنَا مِنْهُمْ، وَدَنَوْنَا مِنْهُ، فَجَلَسَ يَوْمًا مَجْلِسًا فِي نَادٍ مِنْ تِلْكَ الْأَنْدِيَةِ حَوْلَ الْكُعْبَةِ، فَقَرَأَ عَلَيْهِمْ [وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى] (النجم: 1) حَتَّى إِذَا بَلَغَ [أَفْرَأُئْتُمْ اللَّاتَ وَالْعُزَّى] (النجم: 19)، [وَمَنَاءَ الثَّالِثَةَ الْآخِرَى] (النجم: 20) أَلْقَى الشَّيْطَانُ كَلِمَتَيْنِ عَلَى لِسَانِهِ : تِلْكَ الْغَرَائِيقُ الْعُلَى ، وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجَى، فَتَكَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا ثُمَّ مَضَى، فَقَرَأَ السُّورَةَ كُلَّهَا وَسَجَدَ وَسَجَدَ الْقَوْمُ جَمِيعًا... وَقَالُوا قَدْ عَرَفْنَا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَيَخْلُقُ وَيَزْزِقُ، وَلَكِنَّ آلِهَتَنَا هُنْدٍ تَشْفَعُ لَنَا عِنْدَهُ، وَأَمَّا إِذَا جَعَلْتَ لَهَا نَصِيبًا فَنَحْنُ مَعَكَ، فَكَبُرَ ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِمْ حَتَّى جَلَسَ فِي الْبَيْتِ، فَلَمَّا أَمْسَى أَنَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَعَرَضَ عَلَيْهِ السُّورَةَ، فَقَالَ جِبْرِيلُ: "جَنُتَكَ بِهَاتَيْنِ الْكَلِمَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قُلْتُ عَلَى اللَّهِ مَا لَمْ يَقُلْ " فَأَوْحَى اللَّهُ عَلَيْهِ [وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُوكَ عَنِ الذِّئْرِ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِنُفْتِرِيَ عَلَيْكَ غِبْرَهُ وَإِذَا لَا تَخْذُوكَ خَلِيلًا] (الاسراء: 73) إِلَى قَوْلِهِ [ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا] (الاسراء: 75)⁴

رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو خود سے دور ہوتے دیکھا تو تنہا ہو بیٹھے اور یہ آرزو کی: ”کاش مجھ پر کوئی ایسی بات نازل نہ ہو جو ان لوگوں کو مجھ سے متنفر کر دے۔“ پس آپ اپنی قوم سے قریب ہونے لگے، آپ ان کے نزدیک ہوئے اور وہ آپ کے نزدیک آگئے۔ چنانچہ ایک روز آپ کعبہ کے پاس کسی مجلس میں بیٹھے تھے تو آپ نے ان لوگوں کے سامنے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ”تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے۔“ یہاں تک کہ جب آپ ان آیات پر پہنچے: ”بھلا تم لوگوں نے لات اور عزی کو دیکھا اور تیسرے منات کو۔“ تو شیطان نے یہ دو باتیں بھی آپ کی زبان سے کہلوادیں ”یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں

جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔“ پس آپؐ نے یہ باتیں کہیں اور پھر پوری سورۃ تلاوت فرمائی اور سجدہ کیا اور تمام لوگوں نے سجدہ کیا۔۔۔ پس لوگوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے، پیدا کرتا ہے اور روزی دیتا ہے۔ لیکن ہمارے یہ معبود ہمارے لئے اس کے پاس سفارش کریں گے۔ پس جب آپؐ نے ان کا حصہ مقرر کر دیا تو ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پر ان کی یہ بات گراں گزری یہاں تک کہ آپؐ گھر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ جب شام ہوئی تو جبریلؑ آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کے سامنے یہ سورۃ پیش کی اور کہا کہ میں آپؐ کے پاس ان دو کلمات کے ساتھ آیا ہوں۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے اللہ سے وہ بات منسوب کر دی جو اس نے نہیں کہی۔“ پس اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ وحی نازل فرمائی: ”اور اے پیغمبر جو وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے قریب تھا کہ یہ لوگ تم کو اس سے بچلا دیں تاکہ تم اس کے سوا اور باتیں ہماری نسبت بنالو۔ اور اس وقت وہ تم کو دوست بنا لیتے۔ اور اگر تم کو ثابت قدم نہ رہنے دیتے تو تم کسی قدر ان کی طرف مائل ہونے ہی لگے تھے۔ اس وقت ہم تم کو زندگی میں بھی (عذاب) کا دونا اور مرنے پر بھی دونا عذاب چکھاتے پھر تم ہمارے مقابلے میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے۔“

صحاح ستہ میں سے کسی میں بھی یہ قصہ موجود نہیں ہے۔ امام احمد اور دیگر معتبر محدثین کی کتب میں بھی اس قصے کا ذکر نہیں ملتا۔ درحقیقت یہ قصہ سند اور متن دونوں کے لحاظ سے باطل ہے۔ تاہم مستشرقین نے اس روایت کے معیار یا اس کی صحت کی تحقیق کو جانچنے اور پرکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ قصہ مستشرقین کے لئے وہ گوہر نایاب تھا جس کی تلاش میں وہ اسلامی تاریخ اور سیرت کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس قصے کی تاویل کرتے ہوئے کسی نے آپؐ کو بت پرست قرار دیا تو کسی نے حکمرانی و اقتدار کا خواہشمند۔ کسی نے کھلے الفاظ میں اسے آپؐ کی نبوت کو مشکوک قرار دینے کی دلیل قرار دیا تو کسی نے بالواسطہ طور پر آپؐ کی صداقت کے بارے میں سوال اٹھائے۔

یہ قصہ سند اور متن کے لحاظ سے کیا مقام رکھتا ہے، اس کا جائزہ لینے سے پہلے یہاں اس واقعے کے بارے میں ان نمایاں آراء کا جائزہ لیا جاتا ہے جن کی رو سے یہ واقعہ حضرت محمد ﷺ کے دنیوی مفاد پر سمجھوتے کرنے اور نبی نہ ہونے کی ایک دلیل قرار پاتا ہے۔

ولیم میور⁵ اس واقعے کو مستند قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ روایت محمد (ﷺ) سے ایک لمحاتی لغزش اور مکہ کی بت پرستی کے ساتھ سمجھوتہ منسوب کرتی ہے؛ اور اس بارے میں روایات متعدد بہترین مؤرخین کی طرف سے ملتی ہیں۔ تاہم علماء اس رائے کو خطرناک اور بدعت پر مبنی سمجھنے لگے (کہ یہ کیسے ممکن ہے) کہ محمد سچائی پانے کے بعد اپنا درجہ یوں گھٹالیں، لہذا بعض متقدم سیرت نگاروں اور زیادہ تر مؤخر سیرت نگاروں کی طرف سے اس واقعہ کی تردید کی جاتی ہے یا اسے مکمل طور پر حذف کر دیا جاتا ہے، اگرچہ حقائق اس قدر بین ہیں کہ غیر متعصب لوگ انہیں فوراً تسلیم کر لیں گے۔⁶ پھر اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل مصنف کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

When a tradition contains statements in disparagement of Mahomet, such as an indignity shown to him by his followers; or an insult from his enemies after his emigration (for then the period of his humiliation had passed, and that of his exaltation arrived); his failure in any enterprise or laudable endeavour; or, in fine, anything at variance either in fact or doctrine with the principles and tendencies of Islam, there will be strong reason for admitting it as authentic: because, otherwise, it seems hardly credible that such a tradition could be fabricated, or having been fabricated, that it could obtain currency among the followers of Mahomet.⁷

جب کسی روایت میں کوئی ایسی بات مذکور ہو جس سے محمد کے مرتبے میں کمی آتی ہو، مثلاً ان کے پیروکاروں کی طرف سے ان کی اہانت؛ یا ہجرت کے بعد ان کے دشمنوں کی طرف سے ان کی توہین (کیونکہ ہجرت کے بعد تذلیل کا دور ختم ہو گیا تھا اور ان کی رفعت کا زمانہ شروع ہو گیا تھا)؛ کسی اہم کام یا لائق ستائش جدوجہد میں ان کی ناکامی، یا مختصر آلیسا کوئی بھی واقعہ یا عقیدہ جو اسلام کے اصولوں اور رجحانات سے اختلاف رکھتا ہو، تو ایسی روایات کو قبول کرنے کی ایک ٹھوس وجہ موجود ہے، کیونکہ دوسری صورت میں اس بات پر یقین کرنا انتہائی مشکل ہے کہ ایسی روایت گھڑی گئی ہو، یا اگر گھڑی گئی ہو تو محمد کے پیروکاروں میں رائج بھی ہو گئی ہو۔

منگمری واٹ بعینہ یہی دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Indeed the story is so strange that it must be true in essentials. It is unthinkable that anyone should have invented such a story and persuaded the vast body of Muslims to accept it.⁸

در حقیقت یہ کہانی اتنی عجیب ہے کہ اس کی حقیقت سچ ہی ہو سکتی ہے۔ یہ ناقابل تصور ہے کہ کسی نے یہ کہانی خود ایجاد کی ہو اور مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کو اسے ماننے پر مجبور کر دیا ہو۔

الفریڈ گیوم نے یہی نقطہ نظر ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

Critics of tradition have endeavoured to discredit the honesty of those who reported this story; but it is impossible to suggest a motive for its invention other than a desire to discredit Muhammad, the Quran and Islam itself...and such a supposition in regard to sincere Muslims is absurd. In fact the incident is the strongest possible testimony to the sincerity of Muhammad. Of course it opens the door to the enquiry whether he may have been mistaken in supposing that his words were inspired on other occasions also; but as the Quran itself rightly says, this has been the possible fate of prophets at all times, and there have been prophets who have not frankly and immediately acknowledged that they were mistaken.⁹

محدثین نے اس قصے کو بیان کرنے والے راویوں کی عدالت کا انکار کرنے کی کوشش کی ہے بہت اہم، یہ ممکن نہیں کہ اس روایت کو گھڑنے کا مقصد محمد (ﷺ)، قرآن اور خود اسلام کی صحت کو مشکوک بنانے کے سوا کچھ اور ہو۔۔۔ اور مخلص مسلمانوں کے متعلق ایسا سوچنا (کہ انہوں نے ایسی روایت گھڑی ہوگی) نامعقول بات ہے۔ در حقیقت یہ واقعہ محمد (ﷺ) کے اخلاص کا سب سے مضبوط ممکنہ ثبوت ہے۔ بے شک اس واقعہ سے اس سوال کا موقع بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں کسی اور موقع پر بھی محمد (ﷺ) نے غلطی سے اپنے ذاتی خیالات کو وحی نہ سمجھ لیا ہو بہت اہم، جیسا کہ قرآن بجا طور پر کہتا ہے کہ ایسا تمام پیغمبروں کے ساتھ ممکنہ طور پر ہوتا آیا ہے اور ایسے پیغمبر بھی رہے ہیں جنہوں نے اپنی غلطی کو فوراً کھلے دل سے تسلیم نہیں کیا۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں مقالہ ”محمد“ کے مصنف اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسلمان اس واقعہ کو بعد کے زمانے کی اختراع قرار دیتے ہوئے رد کر دیتے ہیں تاہم اکثر یورپی مصنفین کے نزدیک یہ واقعہ اس بنا پر تاریخی طور پر درست قرار دیا جاسکتا ہے کہ متاخر ادوار میں مسلمانوں کا اس طرح کا واقعہ ایجاد کرنا ممکن نہیں۔ تاہم یہ وجہ اس واقعہ کو تاریخی طور پر درست قرار دینے کے لئے ناکافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخی اعتبار سے اس واقعہ میں کئی نقائص پائے جاتے ہیں۔ تاہم ممکن ہے کہ یہ واقعہ بھی Historical Telescoping کی ایک مثال ہو جس میں ایسے معاملات کو جو ماضی میں ایک طویل عرصے تک جاری رہے ہوں، ایک مختصر واقعہ کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔ یعنی محمد (ﷺ) کے معاصرین کو اس بات کا علم تھا کہ انہوں نے ایک طویل عرصے تک دیویوں کے معاملہ میں لچک کا مظاہرہ کیا، تاہم متاخرین نے شرک کے ساتھ اس سمجھوتہ کی اس طویل مدت کو صحیح طور پر بیان کرنے کی بجائے غرائیق کے اس مختصر واقعہ کی صورت میں بیان کر دیا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مصنف اس رائے کے ساتھ اس نظریہ کے اثبات کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کا نبی کے طور پر ظہور ایک تدریجی عمل تھا یعنی توحید خالص کے مضمون تک آپ کی دعوت بتدریج پہنچی۔¹⁰

ڈی۔ ایس مارگولیتھ کی جانب سے اس واقعہ کی تاویل کافی افسانوی رنگ میں کی گئی ہے۔ ان کے مطابق آپ (ﷺ) کو یہ اندیشہ ہوا کہ حبشہ کی طرف سے مکہ پر حملہ کیا جاسکتا ہے جس کے نتیجہ میں مکہ پر اہل حبشہ کی حکومت قائم ہو جاتی جس میں ظاہر ہے کہ آپ کو وہ مقام حاصل نہ ہوتا جس کے آپ خواہشمند تھے۔ چنانچہ آپ نے اہل مکہ کے ساتھ سمجھوتہ کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے ایسی آیات تلاوت کیں جن میں دیویوں کا ذکر آتا تھا۔ مارگولیتھ کے بقول اس کے لئے آپ نے پوری طرح سے منصوبہ بندی کی۔ ایسی صورت حال پیدا کی جس میں مکہ کے بہت سے لوگ موقع پر موجود ہوں اور ان کے سامنے ان کی دیویوں کا ذکر عزت سے کیا جن کی اس سے پہلے سختی سے مذمت کی جاتی تھی۔ مارگولیتھ کے مطابق یہ سمجھوتہ جو ہمیں حضرت محمد (ﷺ) کی زندگی کا سب سے دانشمندانہ اقدام لگتا ہے، اسے ان کی سیرت میں انتہائی غیر معتبر ٹھہرایا گیا ہے اور اس کا ذکر حذف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جن کتب میں اس واقعہ کا ذکر ہے ان میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) نے عین اسی روز توحید خالص کی طرف رجوع کر لیا تھا جس دن غرائیق والی آیات کی تلاوت کی، اور اس امر کو مارگولیتھ مشکوک قرار دیتے

ہیں۔ ان کے نزدیک بنو ہاشم کا مقاطعہ ختم ہو جانے کی وجہ بھی آپؐ کی جانب سے دیویوں کے لئے ظاہر کیا گیا یہ احترام تھا اور یہ کہ مسلمان مؤرخین نے یہ بات نہ بتا کر حقائق بدلنے کی کوشش کی ہے۔ مارگو لیتھ کا کہنا ہے کہ حبشہ ہجرت کرنے والے مہاجرین کا مکہ آجانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آیات غرائیق کی تلاوت کوئی عارضی نوعیت رکھنے والا واقعہ نہیں تھا بلکہ اس کے دور رس اثرات تھے۔ مارگو لیتھ رسول اللہ ﷺ کو ایک شاطر و دور اندیش شخص کے طور پر پیش کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ وہ ایسا کوئی فعل سرانجام دے ہی نہیں سکتے تھے جب تک کہ انہیں یہ یقین نہ ہو کہ اس سے انہیں بھرپور فائدہ حاصل ہو سکتا تھا اور ظاہر ہے یہ فائدہ یہی تھا کہ بنو ہاشم کا مقاطعہ ختم ہو جائے۔ مارگو لیتھ کے مطابق آپؐ نے دیویوں کے متعلق یہ نیا نظریہ برقرار اس لئے نہیں رکھا کہ آپؐ کے پیروکار جولائے و منات کی مذمت کے عادی ہو چکے تھے، وہ ان دیویوں کو دوبارہ پہلا سا مقدس مقام دینے پر راضی نہیں ہو سکے۔ مارگو لیتھ اس مقام پر یہ تاثر دیتے بھی نظر آتے ہیں کہ محمد ﷺ کے پیروکار ان کی نسبت زیادہ مخلص اور سچے تھے۔¹¹

Strong as was the Prophet's will, there were times when he could be bent; and having resigned himself to approving the Meccan polytheism, he had now to resign himself to declaring that he had made a mistake...The compromising verses were erased from the Surah, and an apology substituted. In this he declares that whenever a prophet recites his oracles the devil is quite sure to interpolate. God, however, revises the proofs, and throws out the devil's interpolation. The fruit of the long negotiations was thus lost; the Refugees for the most part returned to Abyssinia, few of them having even entered Meccah...The persons who had procured the compromise were more than ever embittered at Mohammed's slipperiness and bad faith.¹²

محمد کا عزم مضبوط تھا مگر ایسے لمحات بھی آتے کہ جب انہیں جھکایا جاسکتا تھا؛ اور کئی شرک سے سمجھوتہ کرنے کے بعد انہیں اب اس بات پر خود کو راضی کرنا تھا کہ اس بات کا اعلان کریں کہ انہوں نے غلطی کی ہے.... مفاہمت پر مبنی آیات کو سورۃ سے نکال دیا گیا اور اس کی جگہ ایک معذرت پیش کی گئی۔ اس میں وہ اعلان کرتے ہیں کہ جب کبھی ایک پیغمبر اپنا الہامی کلام پڑھتا ہے تو شیطان اس میں ضرور تحریف کرتا ہے

۔ تاہم، خدا اس میں سے غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے اور شیطان کی تحریف کو نکال پھینکتا ہے۔ اس طرح سے ان طویل مذاکرات کا فائدہ ضائع ہو گیا؛ اکثر مہاجرین حبشہ کو لوٹ گئے جن میں سے چند ہی مکہ میں داخل ہو سکے تھے..... وہ اشخاص جن کی کوششوں سے یہ سمجھوتہ طے پایا تھا وہ محمد کے پھسل جانے اور غلط عقیدے پر پہلے سے کہیں زیادہ غصے میں تھے۔

طور اینڈرے لکھتے ہیں کہ حضرت محمد (ﷺ) غالباً اس مقدس احترام کے باعث جو ان کے بچپن میں ان دیویوں کو نمایاں مذہبی اہمیت کی وجہ سے حاصل تھا اس عمل کی طرف مائل ہوئے — ایک ایسی چیز جسے نہ وہ چھوڑنا چاہتے تھے، نہ چھوڑ سکے۔ تاہم، شکریہ اُس انتہائی معذرت خواہانہ رویے کا، جس کے باعث یہ واقعہ جو احمقانہ تھا نہ پیغمبر کی شان میں کمی کرنے والا، اس کی ایک افسانوی رنگ میں یوں منظر کشی کی گئی کہ جس سے محمد کے مذہبی و اخلاقی کردار پر شک و شبہ کے سائے لہرا جاتے ہیں..... یہ بیان مکمل طور پر تاریخی و نفسیاتی تضاد کا حامل ہے۔ تاہم جو افسانوی روایت ہم تک پہنچی ہے اس میں ابھی بھی اصل واقعے کو پہچانا جاسکتا ہے، جس کی رو سے یہ محمد کی اپنی قوم کے ساتھ کسی مفاہمت تک پہنچنے کی جائز خواہش تھی جو انہیں اپنے دعویٰ توحید اور مشرکین کی بت پرستی کے درمیان ایک سمجھوتے کی طرف لے گئی۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ موقع پرستی کی ایسی مثالوں کی محمد کے بعد کے رویے میں بھی کمی نہیں ملتی، مثلاً ان کوششوں کے بارے میں سوچئے جو محمد نے مدینہ کے یہود کو جیتنے کے لئے کیں، وقتی انحراف کی اس کہانی کو ابھی تک تاریخی طور پر مستند ہی سمجھا جاتا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس واقعے سے مستقبل میں مدینہ کے مطلق العنان حکمران کی بے احتیاطی واضح طور پر بے نقاب ہو جاتی ہے۔ یہ بھی یقین کیا جاتا ہے کہ یہ شاطرانہ تدابیر واقعی کسی حد تک کامیاب رہیں؛ کیونکہ ایک بیان کے مطابق اگرچہ یہ محض ایک عارضی رعایت تھی جو محمد نے اسی دن ہی واپس لے لی، پھر بھی یہ سمجھوتہ اتنی دیر ضرور قائم رہا کہ حبشہ کے مہاجرین تک آپ کی اپنی قوم کے ساتھ صلح کی افواہ پہنچ گئی۔¹³

منگمری واٹ نے روایت غرائیق کی ایک نادر تاویل پیش کی ہے۔ ان کے نزدیک حضرت محمد (ﷺ) کو ان دیویوں کا ذکر شاید اس لئے توحید سے متضاد محسوس نہ ہوا ہو کہ یہ دیویاں ان کے نزدیک وہ حیثیت نہیں رکھتی تھیں جیسا کہ یونانی مذہب میں دیویوں کا تصور ہے۔ واٹ کے بقول سامی مذہب میں

مقدس ہستیوں کا تصور موجود ہے مگر انہیں خالص خدائی حیثیت کی بجائے خدا کے ہاں سفارش کرنے جیسا اختیار حاصل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

The Christians and Jews believed in the existence of a secondary and subordinate kind of supernatural being, angels and the belief in angels, jinn and other supernatural beings was still a living part of the traditional Arab outlook. Muhammad and his followers may have looked on the "goddesses" as beings of this kind.¹⁴

عیسائی اور یہود ایک ثانوی اور ذیلی قسم کے مافوق الفطرت وجود اور فرشتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ جن، فرشتوں اور دیگر روحانی موجودات پر یقین اس وقت بھی اہل عرب کی روایتی سوچ کا حصہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے پیروکاروں نے ان دیویوں کو اسی حیثیت سے دیکھا ہو۔

یہی نقطہ نظر طور اینڈرے نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

In this earliest period Mohammed advanced the thesis that the three Meccan goddesses were in reality angels to whom one might appeal as advocates goddesses were in reality angels to whom one might appeal as advocates before Allah, a thesis which he later rejected, and perhaps even interpreted as a satanic inspiration.¹⁵

اس اولین دور میں محمد نے یہ نظریہ پیش کیا کہ تین کمی دیویاں درحقیقت فرشتے ہیں جن سے اللہ کے وکیل کی حیثیت سے سفارش کی جاسکتی ہے، یہ نظریہ انہوں نے بعد میں رد کر دیا اور شاید شیطانی القاء کے طور پر اس کی وضاحت کی۔

اگر رسول اللہ ﷺ نے توحید و شرک کے درمیان سمجھوتے کی کوشش کی تھی تو اس کوشش پر قائم کیوں نہیں رہے؟ اس کی وجہ یوں بیان کی گئی کہ جب مشرکین بتوں کی پرستش پر قائم رہے اور اللہ کی عبادت کی طرف نہیں آئے تو آپ کو احساس ہوا کہ اس سمجھوتے سے صرف شرک کو تقویت ملے گی، لہذا آپ نے اپنی بات سے رجوع کر لیا۔

کینن سیل¹⁶ لکھتے ہیں:

But Muhammad soon awoke to the fact that he had made a mistake and that he must at once retire from the false position he had taken up. He saw that the people still worshipped idols and that his concession had done no practical good.¹⁷

تاہم محمد (ﷺ) کو جلد ہی اس بات کا احساس ہو گیا کہ ان سے غلطی ہوئی تھی اور یہ کہ انہیں فوراً ہی اس غلط موقف سے پیچھے ہٹ جانا چاہئے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اب بھی بتوں کی پرستش کر رہے تھے اور (دیویوں کے بارے میں) ان کی دی گئی رعایت سے کوئی عملی فائدہ نہیں ہوا تھا۔

منگمری واٹ کے نزدیک یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ محمد (ﷺ) توحید کی طرف تدریجاً مائل ہوئے۔ مسلم علماء جو تدریجی ارتقاء کے جدید مغربی نظریے کے حامل نہیں ہیں، انہوں نے یہ سمجھا کہ محمد آغاز سے ہی صحیح عقیدے کی تمام تفصیل سے آگاہ تھے۔

نتیجتاً ان کے لئے اس بات کی وضاحت کرنا مشکل تھا کہ محمد کس طرح شیطانی آیات کے اصل عقیدے سے ہٹنے کو پہچان نہیں سکے۔ سچائی درحقیقت یہ ہے کہ محمد کا تصور توحید ان کے نسبتاً زیادہ روشن خیال معاصرین جیسا ہی تھا، کچھ مبہم سا اور خصوصاً آتنا سخت نہیں کہ مکرر دیوی دیوتاؤں پر ایمان اس تصور توحید کے ساتھ موافقت نہ کر سکے۔ غالباً انہوں نے لات، عزی اور منات کو خدا کی نسبت کم تر درجے کے آسمانی وجود خیال کیا، تقریباً اسی طرح جیسے یہودیت اور عیسائیت نے فرشتوں کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔¹⁸

ایک اور مقام پر وہ یہ نقطہ نظر پیش کرتے نظر آتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نے بتوں کے معاملے میں سمجھوتے کی یہ کوشش غالباً اپنے پیروکاروں میں اضافے اور سیاسی حمایت حاصل کرنے کے لئے کی تھی:

...the political implications of the verses are interesting. Did Muhammad accept them as genuine because he was interested in gaining adherents at Medina and at-Tai'f and among the surrounding tribes? Was he trying to counterbalance the influence of the leaders of Quraysh, who were opposed to him, by having large numbers of supporters? At the very least the mention of these

shrines is a sign that his vision is expanding.¹⁹

ان آیات کے سیاسی اثرات دلچسپ ہیں۔ کیا محمد نے ان آیات کو اس لئے تو سچا نہیں سمجھا کہ وہ مدینہ، طائف اور ان کے گرد و نواح کے قبائل میں پیروکار حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے؟ کیا وہ حامیوں کی ایک بڑی تعداد کے ذریعے قریشی سرداروں کی مخالفت کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے؟ ان مقدس ہستیوں کا تذکرہ کم از کم اس بات کی علامت ضرور ہے کہ ان کی بصیرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔

منگمری واٹ کے نزدیک آیات غرائیق کے ”حذف“ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سمجھوتے کی کوشش ناکام ہو گئی۔ ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے یہ اشارہ ملے کہ اہل مکہ نے آپ کے ساتھ دوہرا کھیل کھیلا تھا۔ حضرت محمد ﷺ کو اس بات کا ادراک ہو گیا کہ دیویوں کے مقام کا یہ اعتراف خدا کے مقام کو کم کرنے کا باعث تھا۔ کعبہ میں جس طرح اللہ کی پرستش کی جاتی تھی وہ نخلہ، طائف اور قدید میں ان دیویوں کی پرستش سے بظاہر زیادہ مختلف نہیں تھی۔ اور اس طرح ان دیویوں کے اعتراف سے یہ محسوس ہو سکتا تھا کہ پیغمبر خدا بھی ان دیویوں کے مجاوروں سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ لہذا اس صورت میں وہ انقلاب برپا ہونا بھی ممکن نہیں تھا جس کی خواہش محمد ﷺ کے دل میں تھی۔ لہذا محمد ﷺ کی طرف سے اس سمجھوتے کو بالآخر رد کرنے کا کوئی دنیوی سبب نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ خالصتاً مذہبی تھی۔ انہوں نے اس سمجھوتے سے اس لئے انکار نہیں کیا کہ انہیں قریش پر بھروسہ نہیں تھا، کوئی ذاتی غرض بھی اس کا سبب نہیں تھی، بلکہ اس اس کی وجہ یہی تھی کہ ان دیویوں کو ایسا مقام دینے سے وہ مقصد حاصل نہ ہو پاتا جس کے لئے خدا نے انہیں نامزد کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات انہیں وحی کے ذریعے واضح کی گئی ہو، تاہم یہ معاملہ اس انداز میں خود بھی سمجھا جاسکتا تھا اور ہو سکتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے وحی کے نزول سے پہلے ہی اس بارے میں عدم اطمینان محسوس کیا ہو۔ یہاں منگمری واٹ اپنے نظریے کو اس انداز میں صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں کہ قاری ان کے اخلاص پر شک بھی نہ کر سکے۔ دیویوں کے بارے میں آیات کے حق میں وہ ایک اور بالواسطہ دلیل یوں پیش کرتے ہیں کہ ان کے خیال میں دیویوں کو خدا کے مقابلہ میں نسبتاً کم تر روحانی منصب عطا کرنا کوئی خاص قابل اعتراض عمل نہیں ہے۔ اس مقام کو وہ فرشتوں کے مقام سے تشبیہ دیتے ہیں جن کا وجود یہودیت و عیسائیت سمیت اسلام میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ان دیویوں کو اہل عرب میں جو مقام حاصل تھا، اسلام میں فرشتوں کے متعلق ہر گز بھی وہ تصور نہیں پایا جاتا بلکہ باقی مخلوقات کی طرح انہیں بھی صرف مخلوق کا درجہ حاصل ہے جو اللہ کے ہاں صرف اس کے اذن سے ہی سفارش کر سکتے ہیں۔ منگمری واٹ کے نزدیک دیویوں کے مقام و مرتبے کے اس اعتراف (جو مصنف کے نزدیک کوئی خاص قابل اعتراض بات نہیں تھی) کو بعد میں اس لئے رد کرنا پڑا کیونکہ اس سے اللہ کے مقام و مرتبے اور ان دیویوں کے مقام کے درمیان برابری پیدا ہونے کا امکان تھا جو کہ عقیدہ توحید کے خلاف تھا۔²⁰

منگمری واٹ ”آیات“ غرائیق کے ”نسخ“ کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے کہ آیات غرائیق کو کب منسوخ قرار دیا گیا۔ اولین اور قابل اعتماد ترین تاریخی ذرائع سے اس بارے میں کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ غالباً اسے منسوخ ہونے میں ہفتے یا مہینے لگ گئے ہوں گے۔ مصنف کے خیال میں بیچ میں اتنی مدت ضرور گزری ہوگی جس میں محمد ﷺ کو اس سمجھوتے کے غیر مفید ہونے کا یقین ہو گیا۔ اور اس بات کا احساس بھی ہونے لگا کہ ان کا پیش کردہ مذہب اس سمجھوتے کی صورت میں بت پرستی ہی میں ضم ہو کر رہ جائے گا۔²¹

سپنگر واقعہ غرائیق پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

These inconsistencies of the Messenger of God may shake the faith of the true believer; and if they were not so well authenticated they might appear in his eyes as scandals and inventions of the enemies of his religion; but they impress those, who consider the Quran as the work of Mohammad, with a more favorable notion of his character than his other actions are likely to do. By deviating from his conviction only to the extent to which several truly pious Christian missionaries did not scruple to go, he might have extricated himself from all persecutions and difficulties, the end of which he could then not foresee; and he might at once have placed himself at the head of his nation; but he disdained to gain this victory at the sacrifice of his conviction, and declared that the devil had prompted to him the objectionable verses.²²

پیغمبر خدا کی یہ عدم استقامت ایک سچے مومن کے عقیدہ کو ہلا سکتی ہے؛ اور اگر یہ باتیں اتنی مستند نہ ہوتیں تو وہ اسے دشمنان مذہب کے گھڑے ہوئے ہتک آمیز واقعات یا ایجادات سمجھتا، تاہم جو لوگ قرآن کو محمد (ﷺ) کا کلام سمجھتے ہیں ان پر یہ واقعہ محمد (ﷺ) کی شخصیت کے حوالے سے ان کے دیگر اعمال کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ اچھا تاثر چھوڑتا ہے۔ اپنے عقیدے سے صرف اس معمولی حد تک انحراف سے کہ جس حد تک جانے میں اکثر نیک عیسائی مبلغین بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے، محمد (ﷺ) شاید خود کو تمام اذیتوں اور مشکلات سے بچا سکتے تھے، جس کے انجام کو وہ پہلے سے نہیں جان سکے؛ اور غالباً فوراً ہی انہیں (اس سمجھوتے کے نتیجے میں) اپنی قوم کے سربراہ کا مقام مل سکتا تھا تاہم اپنے عقیدے کی قیمت پر انہوں نے اس کامیابی کا حصول گوارا نہیں کیا، اور یہ اعلان کر دیا کہ شیطان نے وہ قابل اعتراض آیات ان کے ذہن میں ڈال دی تھیں۔

کیرن آرم سٹرانگ جو اسلام کے بارے میں اپنے نسبتاً غیر جانبدارانہ موقف کے لئے معروف ہیں، واقعہ غرائیق کے بارے میں مستشرقین کے عمومی نقطہ نظر کو بنیاد بناتے ہوئے اس واقعے کو بت پرستی کے ساتھ سمجھوتے کی ایک کوشش قرار دیتی ہیں:

Muhammad had been longing for peace with the Quraysh; he knew how devoted they were to the goddesses and may have thought that if he could find a way of incorporating the gharaniq into his religion, they might look more kindly on his message. When he recited the rogue verses, it was his own desire talking — not Allah — and the endorsement of the goddesses proved to be a mistake. Like any other Arab, he naturally attributed his error to a Shaytan.²³

محمد قریش کے ساتھ صلح کی خواہش کرتے رہے تھے؛ وہ جانتے تھے کہ قریش اپنی دیویوں کے لیے کس قدر پر جوش ہیں اور ہو سکتا ہے کہ محمد نے سوچا ہو کہ اگر وہ ان دیویوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کا کوئی راستہ نکال لیں تو شاید قریش ان کے پیغام پر زیادہ کھلے دل سے غور کریں۔ جب انہوں نے ان شیطانی آیات کی تلاوت کی، تو یہ ان کی اپنی خواہش بول رہی تھی۔ نہ کہ خدا۔ اور غرائیق کی حمایت ایک غلطی ثابت ہوئی۔ کسی بھی دوسرے عرب کی طرح، انہوں نے قدرتی طور پر اپنی غلطی کو شیطان

سے منسوب کر دیا۔

واقعہ غرائیق کی یہ وہ مختلف مادی تاویلات ہیں جو نمایاں مستشرقین کی طرف سے کی گئی ہیں۔ ذیل میں اسلامی نقطہ نظر اور تاریخی حقائق کی روشنی میں اس واقعہ کی حقیقت اور سند و متن کے اعتبار سے اس کی صحت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

واقعہ غرائیق حقیقت یا افسانہ..... نقلی و عقلی دلائل کی روشنی میں

روایت غرائیق میں بنیادی وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے بتوں کی تعریف میں ”تلك الغرائيق العليٰ وان شفاعتهم لترجيٰ“ کا فقرہ منسوب کیا گیا ہے۔ شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں واقعہ غرائیق سے متعلق تمام مختلف روایات اور علماء کے خیالات کو یکجا جمع کر دیا ہے۔ یہ روایت خود صاحب مواہب لدنیہ کے الفاظ میں تین سندوں سے مردی ہے جن کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک نہیں پہنچا۔ مواہب لدنیہ میں بیان کی گئی روایت کے مطابق حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے چند لوگ آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ”والنجم اذا هوى“ یہاں تک کہ جب آنحضرت ﷺ اس آیت پر پہنچے ”أفريتم اللات والعزى ومنات الثالثة الأخرى“ تو شیطان نے ان کی تلاوت میں یہ الفاظ ڈال دیئے ”تلك الغرائيق العليٰ وان شفاعتهم لترجيٰ“۔ پس جب آنحضرت ﷺ نے سورت ختم کی تو سجدہ کیا۔ مشرکوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا کیونکہ ان کو یہ گمان ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے خداؤں کو بھی بھلائی سے یاد کیا اور یہ بات لوگوں میں پھیل گئی اور شیطان نے اس کو مشہور کیا۔ یہاں تک کہ ملک حبشہ میں اور ان مسلمانوں میں جو وہاں موجود تھے یعنی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں میں یہ خبر عام ہوئی۔ ان لوگوں نے آپس میں گفتگو کی کہ مکہ کے سب لوگ اسلام لے آئے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور مسلمانوں کو مکہ میں امن حاصل ہو گیا۔ پس وہ لوگ بڑی تیزی سے حبشہ سے روانہ ہوئے۔²⁴

امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور اس کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں اور آدمی اور جن نے سجدہ کیا۔²⁵ اس روایت میں غرائیق کی حدیث نہیں ہے۔ بلکہ یہ حدیث بہت سے طریقوں سے مروی ہے مگر کسی میں غرائیق کا ذکر نہیں ہے۔

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بتوں کی تعظیم کی تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ یہ متفق علیہ امر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بڑی کوشش بتوں کو مٹانا تھا۔ اور اگر ہم اس بات کو جائز رکھیں تو شریعت پر کچھ اعتبار نہ رہے گا اور یہ بات جائز ٹھہرے گی کہ تمام شرائع و احکام کے متعلق ایسا گمان کیا جائے اور اللہ کا یہ قول باطل ہو جائے گا کہ ”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ“²⁶

اے رسول جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وحی کیا گیا اسے (لوگوں تک) پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنا (فریضہ) رسالت ادا نہیں کیا۔ کیونکہ وحی کو گھٹانا یا اس میں اضافہ کر دینا ایک ہی طرح کا کام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ موضوع روایت پر مبنی ہے اور وضع زنادقہ میں سے ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ شہاب الدین قسطلانی لکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس واقعہ کی ایک اصل ہے۔ کیونکہ اس کو ابن ابی حاتم، طبری اور ابن منذر نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔²⁷

سرسید احمد خان مصنف مواہب لدنیہ کی اس رائے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مصنف مواہب لدنیہ نے اخیر کو جو یہ بات کی ہے کہ روایت کے متعدد مخرج ہونے سے اس بات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ ان کی کچھ اصلیت ہے اور تین سندیں جن کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک نہیں پہنچا، صحیح تصور کرنے کے لائق ہیں اور جو لوگ کہ ایسی روایتوں کو جن کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک نہ پہنچا ہو صحیح تصور نہیں کرتے، وہ بھی اس کے متعدد ہونے کے سبب اس کو تسلیم کریں گے۔ یہ بیان اس کا محض غلط ہے۔ جو روایتیں کہ اس باب میں ہیں اور جو خود اس نے بیان کی ہیں باہم مختلف ہیں اور روایات مختلفہ کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے متعدد مخارج ہیں، اور روایت مرسل جس کا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک نہ پہنچا ہو گو اس کو متعدد لوگوں نے بیان کیا ہو قابل سند نہیں ہے۔ جب تک کہ اس کی تائید کے لئے کوئی روایت مستند موجود نہ ہو اور نیز وہ روایت قرآن مجید کے مخالف نہ ہو لیکن جب کوئی روایت مثل روایت مذکورہ بالا کے قرآن مجید کے احکام کے برخلاف ہو اور جبکہ وہ جناب پیغمبر خدا کے ان تمام حالات کے برخلاف ہو جو

شرک کے مٹانے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے سے متعلق ہیں اور جبکہ وہ اسلام کے اصلی اصول سے اتفاق نہ رکھتی ہو اور معہذا ایسی مختلف اور مشتبہ ہو جس کا مدار صرف اس بات پر ہو کہ وہ الفاظ کس نے کہے تھے اور کہنے والا بھی محقق نہ ہو اہو تو ایسی روایت از روئے عقل اور انصاف کے کس طرح ان قواعد میں داخل ہو سکتی ہے جن میں اس روایت کے داخل ہونے کی مصنف مواہب لدنیہ نے کوشش کی ہے۔²⁸

تاریخی حقائق سے بھی اس نظریہ کی واضح طور پر نفی ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خفیہ و اعلانیہ، ہر طرح کی تبلیغ میں جس امر پر گفتگو فرمائی وہ شرک کا رد اور توحید خالص کی دعوت تھی۔ کوئی ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے ثابت ہو سکے کہ رسول اللہ ﷺ وقتی طور پر بھی کبھی اہل شرک کے ساتھ سمجھوتے پر مائل ہوئے ہوں۔

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے جب سورہ النجم کی وہ آیتیں پڑھیں تو کسی شیطان (کافر) نے یہی فقرے آپؐ کی آواز میں ملا کر پڑھ دیئے ہوں گے۔ دور کے لوگوں کو (کفار میں سے) شبہ ہوا ہو گا کہ آنحضرت ﷺ ہی نے وہ الفاظ ادا کئے اس واقعہ کا چرچا جب مسلمانوں میں ہوا ہو گا تو لوگوں نے کہا ہو گا کہ کسی شیطان نے آپؐ کی طرف سے وہ فقرے کہہ دیئے ہوں گے۔ اس واقعہ نے روایتوں میں صورت بدل بدل کر یہ صورت اختیار کر لی کہ شیطان نے آنحضرت کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے اور چونکہ عام مسلمان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ شیطان دوسرے شخص کی زبان بول سکتا ہے اس لئے راویوں نے اس روایت کو تسلیم کر لیا۔ یہ صرف قیاس نہیں بلکہ اگلے محققین نے بھی تصریح کی ہے۔²⁹

مسلمانوں نے تو یہ آیت سن کر اتباع رسول ﷺ میں سجدہ کیا۔ البتہ کفار کے سجدے کا سبب قرآن کا انداز بیان و فصاحت و بلاغت سے مہبوت ہو جانا تھا۔ انہوں نے بعد میں اس سجدے کا جواز پیش کرنے کے لئے ہی آپؐ سے آیات غرائیق منسوب کیں۔

احمد ابوزید لکھتے ہیں:

The reason for such an invention and insertion is that the Unbelievers who prostrated with the Messenger (PBUH) were later sharply criticised by their fellow pagans who were not present. It was then that they made a lie about the Prophet (PBUH) and invented the idea that he showed sympathy for their gods so that they could find an excuse for their prostration.³⁰

اس ایجاد یا داخل (کی گئی روایت) کی وجہ یہ ہے کہ جب کافروں نے نبی ﷺ کے ساتھ سجدہ کر لیا تو بعد میں انہیں ان کے ساتھی مشرکین کی طرف سے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا جو اس وقت موجود نہ تھے۔ تب انہوں نے نبی ﷺ کے بارے میں یہ جھوٹ گھڑا کہ انہوں نے ان کے خداؤں کے لئے نرم گوشہ ظاہر کیا تھا تاکہ وہ اپنے سجدے کے لئے ایک عذر تلاش کر سکیں۔

اس تصور کو جانچنے کے لئے کہ شیطان کی مداخلت سے اصل وحی کے الفاظ میں اضافہ یا تبدیلی ہو سکتی ہے یا نہیں، دو نکات کا جائزہ لینا ضروری ہے:

1. کیا حضرت جبریلؑ کے ذریعے رسول اکرم ﷺ تک جو وحی پہنچائی جاتی تھی، کیا وہ اپنی اصل حالت میں ٹھیک ٹھیک آپ تک پہنچ جاتی تھی یا نہیں؟ اور کیا رسول اللہ ﷺ کے خیالات و آراء کا وحی پر اثر ہوتا تھا؟

2. یہودیت و عیسائیت میں شیطان سے کس طرح کی صلاحیتیں منسوب کی جاتی ہیں؟ اسی طرح سے اسلامی تعلیمات کی رو سے شیطان کو کس طرح کی صلاحیتیں حاصل ہیں اور کیا وہ وحی کے الفاظ تبدیل کر سکتا ہے یا ایک نبی کے خیالات پر اثر انداز ہو سکتا ہے؟

اس حوالے سے کہ جبریلؑ کے ذریعے بھیجی جانے والی وحی اصل حالت میں آپ تک پہنچتی تھی یا نہیں، قرآن کی کئی آیات کافی و شافی وضاحت کرتی ہیں۔³¹

سورۃ نجم میں بہت واضح انداز میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ وحی میں نبی ﷺ کے اپنے خیالات کا کوئی عمل دخل ہے نہ ہی جبریلؑ نے وحی پہنچانے میں کوئی کوتاہی کی:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ - مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ - وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ -³²

تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے۔ کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔ اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔ ان کو نہایت قوت والے (یعنی جبریلؑ) نے سکھایا۔

ان تمام آیات سے واضح ہو رہا ہے کہ جبریلؑ وحی الہی کو بحفاظت رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے تھے اور اس میں کسی قسم کی شیطانی مداخلت کا امکان نہیں تھا۔

جہاں تک شیطان کی قوت و استعداد کا تعلق ہے تو اس کی محدود استعداد کی واضح ترین دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمادیا تھا:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ³³

بلاشبہ میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں مگر گمراہوں میں سے جس نے تیرا اتباع کیا۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ شیطان مخلص مؤمنین کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر خود شیطان کی زبان سے اس اعتراف کا ذکر کیا جاتا ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا تُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ - إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ³⁴

اس نے کہا: تو قسم ہے تیری عزت کی! میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو خالص کئے ہوئے ہیں۔

إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ³⁵

بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں پر اس کا کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

گویا شیطان تو ان مؤمنین پر بھی غلبہ حاصل نہیں کر سکتا جو اپنے رب کی رضا باقی ہر شے پر مقدم رکھتے ہیں۔ انبیاء و رسل کا مقام تو ان مؤمنین اور صالحین سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ان سے بڑھ کر مخلص اور اپنے رب پر کی رضا پر چلنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ ایک پیغمبر وقتی جذبات کا شکار ہو کر یا بعض فوائد کے حصول کے لئے وحی الہی میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ یا تبدیلی کر دے۔

قصہ غرائیق کی کمزور سند:

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بہت سے مفسرین نے یہ قصہ بیان کیا ہے، تاہم اس کی تمام سندیں مرسل ہیں اور انہیں اس کی کوئی صحیح سند دکھائی نہیں دی۔³⁶ قاضی عیاض نے اس قصے پر کئی اعتراضات کئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس حدیث کو صحت کا التزام کرنے والے کسی محدث نے بیان نہیں کیا، نہ اسے کسی ثقہ اور معتبر راوی نے محفوظ اور متصل سند سے بیان کیا ہے جبکہ اس کے تمام راوی ضعیف ہیں، تمام سندیں مضطرب اور الفاظ مختلف ہیں۔ اس جیسی روایات میں صرف وہ مفسرین و مؤرخین دلچسپی رکھتے ہیں جو ہر عجیب و غریب روایت بیان کرنے کے شائق ہیں اور کتابوں سے ہر صحیح و ضعیف روایت نقل کرنے کے عادی ہیں۔ جن مفسرین و تابعین سے یہ قصہ منقول ہے ان میں سے کسی نے اسے کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں کیا، ان سے بعد والی اکثر سندیں بھی ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔³⁷

حافظ ابن حجر نے اس قصے کے ماخذوں اور اسانید کا حوالہ دینے کے بعد یوں تبصرہ کیا ہے: ”اس قصے کی تمام سندیں، سعید بن جبیر کی سند کے علاوہ، ضعیف ہیں یا منقطع، تاہم سندوں کی کثرت ظاہر کرتی ہے کہ اس قصے کی کچھ نہ کچھ بنیاد ضرور ہے۔ اس کی دو سندیں مرسل ہیں جن کے راوی صحیحین کی شرط پر پورے اترتے ہیں۔ ایک سند امام طبری نے یونس بن یزید عن ابن شہاب کی روایت سے بیان کی ہے اور دوسری معتمر بن سلیمان اور حماد بن سلمہ سے۔“³⁸

شیخ البانی نے ایک رسالہ بعنوان ”نصب المجانیق لنسف قصة الغرائیق“ لکھا ہے جس میں انہوں نے اس قصے کی تمام سندیں بیان کرنے کے بعد ان کے ضعیف اور باطل ہونے کا حکم لگایا ہے۔ انہوں نے یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ یہاں کچھ مرسل روایات ہیں جن کی سندیں اوپر کے آخری راوی تک صحیح ہیں۔³⁹ حافظ ابن حجر کا خیال ہے کہ سندوں کی کثرت کی بنا پر یہ آثار اور مرسل روایات قوی اور معتبر بن جاتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

جب سندیں زیادہ ہوں اور ان کے مخرج الگ الگ ہوں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی بنیاد ضرور ہے اور میں بتا چکا ہوں کہ ان مرسلات میں سے تین کی سندیں صحیح بخاری کی شرط پر ہیں۔ اور یہ ایسی مراسیل ہیں کہ مرسل روایت سے دلیل لینے والے محدثین تو ان سے لامحالہ استدلال کریں گے ہی لیکن جو محدثین

مرسل کو حجت نہیں سمجھتے وہ بھی ان سے استدلال کریں گے کیونکہ ایک دوسرے سے مل کر انہیں تائید حاصل ہو جاتی ہے۔⁴⁰

لیکن علامہ البانی کا خیال ہے کہ سندوں کی کثرت کی وجہ سے حدیث کا قوی ہو جانا غیر مشروط اور لازمی نہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں دلائل بھی بیان کئے ہیں۔ بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ مرسل روایات قابل حجت نہیں کیونکہ ان کے نزدیک انہیں ایک دوسرے سے تائید و تقویت حاصل نہیں ہو سکتی۔⁴¹ علامہ البانی نے اس اصول کے ضمن میں امام شافعی کی بات پر اعتماد کیا ہے۔ علامہ شافعی نے یہ قید لگائی ہے کہ وہ مرسل روایت کسی کبیر تابعی کی ہو اور وہ تابعی ہمیشہ ثقات ہی سے مرسل روایت کرتا ہو اور اگر دوسرے حفاظ اور معتبر راوی اس کے ساتھ کسی روایت میں شریک ہوں تو وہ اس کی مخالفت نہ کرتے ہوں۔ ایسی روایت کی قوت اس وقت مزید بڑھ جائے گی جب وہ کسی صحابی کے قول کے مطابق ہو یا جہور علماء کا فتویٰ اس کی تائید کرتا ہو۔ اگر مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو مرسل روایت قبول نہیں ہوگی۔ یہ تمام شرائط قصہ غرائیق کی کسی روایت میں نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے حافظ ابن حجر کا ان مرسل روایات کو قوی قرار دینا محض ان کی انسانی غفلت ہے۔⁴²

مرسل روایت سے فروعی معاملات میں تو استدلال کیا جاسکتا ہے جہاں ظن غالب معتبر ہوتا ہے مگر ایسے معاملے میں اس سے استدلال کرنا قطعاً قابل توجہ نہیں جو عقیدہ اسلامیہ سے متضاد ہو اور رسالت مآب ﷺ کی عصمت کے منافی ہو۔ پھر یہ قصہ صحاح ستہ، مسند امام احمد اور قابل اعتماد کتب حدیث کے مصنفین میں سے کسی نے بھی روایت نہیں کیا۔ بالفرض تسلیم کر لیں کہ یہ قصہ سنداً صحیح ہے تو بھی یہ قصہ صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ شاذ حدیث ضعیف ہوتی ہے، حالانکہ شاذ روایت کو بیان کرنے والا راوی ثقہ اور معتبر ہوتا ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ اس نے اس حدیث میں اپنے سے زیادہ ثقہ ایک راوی یا اپنے جیسے کئی ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہوتی ہے۔ گویا یہ خبر واحد ہوتی ہے۔ اگر خبر واحد شاذ ہونے کی صورت میں قابل قبول نہیں تو وہ خبر واحد جو قرآن مجید یا اجماع امت کے خلاف ہو وہ کیسے قابل قبول ہوگی؟ مثال کے طور پر انبیاء کا معصوم عن الخطا ہونا اجماعی مسئلہ ہے جو حدیث اس کے خلاف ہوگی وہ نہ صرف شاذ بلکہ موضوع ہوگی۔

لغوی اسلوب کے لحاظ سے بھی یہ قصہ باطل ہے۔ اس قصے کو بیان کرنے والے راویوں کے نزدیک غرائیق والی آیات سورہ نجم کی آیات نمبر 19-22 کے بعد اور آیت نمبر 23 سے پہلے تھیں۔ یعنی پہلے مذمت، پھر تعریف اور پھر مذمت؟ کیا یہ انداز گفتگو کوئی بھی عقلمند انسان اپنا سکتا ہے؟ اگر یہ قصہ صحیح ہوتا تو کم از کم ماقبل اور مابعد کے ساتھ اس کی کچھ تو مناسبت ہوتی اور نظم میں خرابی اور کلام میں تناقض نہ ہوتا۔ یہ بات تو ایک مبتدی طالب علم پر بھی مخفی نہیں چہ جائیکہ قریشی عرب، جو فصاحت و بلاغت میں شہرت رکھتے تھے، اس تناقض کو محسوس ہی نہ کر سکیں۔⁴³

آخر میں اس قصے کے حق میں پیش کی جانے والی سورۃ حج کی یہ آیت رہ جاتی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ⁴⁴

اور ہم نے آپؐ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا جب وہ تلاوت کرتا تو شیطان اس کی تلاوت میں (اپنی طرف سے کچھ) ڈال دیتا، پھر اللہ اسے مٹا دیتا جو شیطان نے (وسوسہ) ڈالا ہوتا، پھر اللہ اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

اس آیت میں ”تمنّی“ کی تفسیر ”تلاوت و قراءت“ کے طور پر کرنے کی وجہ سے غرائیق والا قصہ وضع کیا گیا۔ یہ تفسیر اس لئے لازم نہیں کہ آیت میں ”تمنّی“ کے ساتھ کتاب وغیرہ کی قید نہیں لگی بلکہ اس کا کوئی مفعول ہی نہیں ہے۔ اس کی صحیح تفسیر ”حدّث“ کے صیغے کے ساتھ اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب بھی کوئی نبی یا رسول اپنے دل میں اپنی قوم کی ہدایت کی خواہش اور رغبت کی باتیں کرتا تھا۔۔۔ اگر یہ تفسیر کی جائے تو یہ ان معنی کے مطابق ہوگی جو حضرت ابن عباسؓ ہی سے مسند ابن حمید میں آئے ہیں۔ پس یہی تفسیر اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ یہی تفسیر لغت کے مطابق ہے۔ اسی طرح سے ”أمنية“ کے معنی ارادہ، محبت، کسی چیز کے حصول کی رغبت اور اس کے وقوع کی خواہش کرنا ہیں، البتہ ”تمنّی الکتاب“ کے معنی پڑھنا اور لکھنا ہیں۔ مطلق ”تمنّی“ کے معنی ارادہ اور خواہش رکھنا ہیں، تلاوت اور قرأت کے معنی میں یہ اسی وقت استعمال ہوگا جب اس کے ساتھ کتاب کی قید بھی لگی ہو۔⁴⁵

صحیح بخاری کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں اور مشرکین کے ایک ملے جلے مجمع میں سورہ نجم پڑھی۔ جب آپؐ سورت کے اختتام پر پہنچے تو آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ

کے ساتھ مسلمان اور مشرکین سب یکبارگی سجدے میں گر پڑے۔⁴⁶ اصل بات یہ ہے کہ اس سورت کی آخری آیات دل دہلا دینے والی ہیں جنہیں سن کر انسان پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے وہ آیات پڑھیں اور پر جلال لہجے میں انہیں ڈراتے ہوئے اس مقام پر پہنچے:

وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَى - فَغَشَّاهَا مَا غَشَّى - فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَى - هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَى - أَرَأَيْتَ إِلَّا زُفَّةً - لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ - أَفَمِنَ هَذَا الْحَدِيثِ تَعَجُّبُونَ - وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَكْبُكُونَ - وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ -⁴⁷

اور اس نے الٹ جانے والی بستی کو ز زمین پر دے مارا، پھر اس کو اس (تباہی و بربادی) نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپا، پھر (اے انسان!) تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرے گا؟ یہ (رسول) تو پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے۔ قریب آنے والی (قیامت) قریب آگئی۔ اس (قیامت) کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر کرنے والا نہیں۔ کیا پھر اس بات (قرآن) سے تم تعجب کرتے ہو؟ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں۔ اور تم کھیل کود میں مست ہو۔

یہ آیات سن کر حق کی پر عیب آواز کے آگے یہ متکبرین اس قدر بے بس ہو گئے کہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ مسلمانوں کو تو بہر حال سجدہ کرنا ہی تھا حتیٰ کہ مشرکین بھی رعب کلام الہی کے باعث سجدے میں گر پڑے سوائے امیہ بن خلف کے جس نے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور اسی پر سر رکھ دیا۔⁴⁸ لیکن جب انہیں ہوش آیا اور انہوں نے محسوس کیا کہ ایمانی رعب و جلال نے ہماری لگام موڑ دی تھی تو وہ انتہائی نادم ہوئے اور خفت کے مارے کہنے لگے کہ ہم نے تو محمد ﷺ کے ساتھ سجدہ اس لئے کر لیا کہ انہوں نے ہمارے بتوں کی تعریف کی تھی۔⁴⁹

خلاصہ بحث

مندرجہ بالا بحث سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے غرائیق کی تعریف میں آیات منسوب کرنے والی روایات سند اور متن دونوں کے لحاظ سے ناقابل قبول ہیں۔ لہذا اس واقعے کو بنیاد بنا کر رسول اللہ ﷺ پر دنیوی فائدے (زیادہ پیروکاروں اور قوت و اقتدار کے حصول) کے لئے جھک جانے یا عقیدے کے معاملے پر سمجھوتہ کرنے جیسے الزامات بھی سراسر بے بنیاد ٹھہرتے ہیں۔ آیات غرائیق کے بارے میں ان کمزور تاریخی روایات کو صرف اس بنا پر درست قرار دینا کہ مسلمان

اپنے پیغمبر کے بارے میں ایسی منفی روایت نہیں گھڑ سکتے لہذا یہ روایت صحیح سمجھی جائے، ایک بے وزن دلیل ہے۔ کیونکہ اس دلیل کی بنیاد صرف یہ تصور ہے کہ تمام موضوع روایات خود مسلمانوں کی طرف سے وضع کی گئیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔ کئی موضوع روایات کا ماخذ زنادقہ ہیں۔ اسی طرح سے بعض روایات مشرکین کے پریگنڈے کی وجہ سے بھی مسلمانوں میں مشہور ہوئیں۔ واقعہ غرائیق کی روایت بھی مسلمانوں میں اسی لئے مشہور ہوئی یہاں تک کہ کتب تاریخ میں جگہ پا گئی۔ مشرکین اپنے سجدہ کرنے کے باعث جس خفت کا شکار ہوئے اس کو صرف اسی طرح دور کیا جاسکتا تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں وسیع پیمانے پر اس بات کا پرچار کیا جائے کہ آپؐ نے ان کی دیوبوں کے مقام و مرتبے کو تسلیم کر لیا ہے۔ محمد الغزالی لکھتے ہیں:

وقد حاول المشركون أن ينشروا فيهم هذه ليعكروا على الرسول عليه الصلوة والسلام ويشوشوا على الوحي، وليوهموا بأن محمداً صلى الله عليه وسلم في بعض أحيانه مال الهمم⁵⁰
مشرکین نے اپنے من گھڑت الزام کو پھیلانے کی کوشش کی تاکہ حملے کا رخ رسول اللہ ﷺ کی طرف کر سکیں، وحی کے بارے میں تشویش پیدا کر سکیں اور لوگوں کو اس وہم میں بھی مبتلا کر سکیں کہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات ان کے (مطالبات کے) آگے جھک جاتے تھے۔

واقعہ غرائیق کتب تاریخ و سیرت کی ان کمزور روایات میں سے ایک ہے جن کا سیرت کی مادی تعبیر کرنے والوں نے اپنے طے شدہ نظریات کے اثبات کے لئے بھرپور سہارا لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو ایک دنیا دار، موقع پرست اور اصولوں پر سمجھوتہ کرنے والے شخص کے طور پر پیش کرنے کے لئے کتب تاریخ میں اس سے زیادہ معاون قصہ نہیں مل سکتا تھا۔ تاہم یہ قصہ نہ صرف سند کے اعتبار سے کمزور سے بلکہ عقلی اعتبار سے بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایک طرف توحید خالص کی اشاعت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی نبوی زندگی کی تمام داعیانہ جدوجہد ہے، دوسری طرف شرک کے ساتھ سمجھوتے کے بارے میں ایک کمزور روایت جو قرآن و احادیث کے ٹھوس دلائل کے سراسر خلاف ہے۔ محض اس کمزور روایت کی بنا پر یہ کہنا کہ حضرت محمد ﷺ نے قریش کے سرداروں کی حمایت حاصل کرنے کے

لئے اور بعض فوائد کے حصول کے لئے شرک کے ساتھ ایک وقتی سمجھوتے کی کوشش کی تھی، ذہنی تعصب کا ثبوت تو کہلا سکتا ہے، تاہم تحقیقی حوالے سے کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات و حواشی

- 1 ابن سعد، طبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، سن 1/205-206
- 2 الطبری، محمد بن جریر بن ابو جعفر، تاریخ الرسل والملوک، دار التراث، بیروت، 1380ھ، 2/338-339
- 3 ابوبکر البیہقی، دلائل النبوة و معرفة احوال صاحب الشریعة، دارالکتب العلمیة، بیروت، 1405ھ، 2/286-287
- 4 الطبقات الکبریٰ، 1/205-206
- 5 William Muir (1819ء-1905ء) اسکاٹش مستشرق۔ گلاسگو اور ایڈنبرا کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔ 1837ء میں بنگال سول سروس سے وابستہ ہو گئے۔ 1865ء میں انڈین گورنمنٹ کے سیکرٹری خارجہ مقرر ہوئے۔ 1868ء میں انہیں شمال مغربی صوبوں کا لیفٹیننٹ گورنر بنا دیا گیا۔ 1885ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی کے پرنسپل منتخب ہوئے اور 1903ء میں اس عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ یہیں پر 1905ء میں ان کی وفات ہوئی۔ معروف کتب میں "The Life of Mahomet", "The Caliphate: Its Rise, Decline and Fall", "The Rise and Decline of Islam" شامل ہیں۔
- 6 William Muir, Life of Mahomet, Smith Elder and CO., London, 1861, 1xxiii/1
- 7 Ibid, 1xxxi/1
- 8 Watt, W. Montgomery, Muhammad: Prophet and Statesman, Oxford University Press, UK, 1961, p.61
- 9 Guillaume, Alfred, Islam, Cassell & Company LTD, 1963, London, pp.35-36
- 10 The Encyclopaedia of Islam, Leiden, New York, 1993, 365/7
- 11 Margoliouth, D.S., Mohammed and the Rise of Islam, G.P. Putnam's Sons, New York, 1905, pp.170-173
- 12 Ibid, pp.173-174
- 13 Andrae, Tor, Mohammed: The Man and His Faith, (Translator: Theophil Menzel) Harper & Brothers, New York, 1960, pp.18-20
- 14 Muhammad: Prophet and Statesman, pp. 62-63
- 15 Mohammed: The Man and His Faith, p.118
- 16 کینن ایڈورڈ سیل (1839ء-1932ء) اینگلو مستشرق اور پادری۔ ہندوستان میں مشنری کے طور پر کام کیا۔ 1874ء میں مدراس یونیورسٹی کے رکن (Fellow) مقرر ہوئے۔ 1907ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی کی طرف سے

انہیں الہیات کی اعزازی ڈگری سے نوازا گیا۔ 1889ء میں سینٹ جارج کیتھیڈرل مدراس میں کینن کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسلام پر متعدد کتب لکھیں۔

جن میں "The Life of Muhammad", "The Religious Orders of Islam", "Outlines of

Islam", "Sufism" اور "Studies in Islam" شامل ہیں۔

- 17 Canon Sell, The Life of Muhammad, The Christian Literature Society for India, Madras, 1913, p. 56
- 18 Watt, Montgomery, Muhammad At Mecca, Oxford University Press, Karachi, 2004, p.10
- 19 Ibid, p.104
- 20 Muhammad at Mecca, p.106
- 21 Muhammad: Prophet and Statesman, p.64
- 22 Sprenger, Aloys, Life of Mohammad from Original Sources, Presbyterian Mission Press, Allahabad, 1851, p.185
- 23 Armstrong, Karen, Muahammad: Prophet for our Time, Harper Collins Publisher, London, 2006, pp.70-71

24 القسطلانی، احمد بن محمد بن ابی بکر، المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیۃ، المکتب الاسلامی، 1/1991/

148-149

25 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب التفسیر، باب: فأَسْجِدُوا لِلَّهِ واعْبُدُوا (4763)، ص: 416

26 المائدة: 5: 67

27 المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیۃ، 1/149

28 سرسید احمد خان، خطبات احمدیہ، ادارہ دعوت القرآن، لاہور، سن، ص: 250

29 شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، الفیصل ناشران، لاہور، سن، 1/150

30 The Life of the Prophet, pp.87-88

31 يُنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ (النحل

16: 2) (ترجمہ: وہی فرشتوں کو پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ

(لوگوں کو) بتادو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھی سے ڈرو۔) وَفِيْنِجْ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِ

عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ (المؤمن 40: 15) (ترجمہ: (وہ) مالک درجات عالی اور صاحب عرش

ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے تاکہ ملاقات کے دن سے ڈراوے) وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ

الْعَالَمِينَ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ (الشعراء 26: 192-194) (ترجمہ: اور یہ

(قرآن خدائے) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو امانتدار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ (یعنی اس نے) تمہارے دل پر (القا) کیا

ہے تاکہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو۔) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ

يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ (البقرة 2: 97) (ترجمہ: کہہ دو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں

مر جانا چاہئے) اس نے تو (یہ کتاب) خدا کے حکم سے تمہارے دل پر نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔) اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ۔ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ۔ مُطَاعٌ ثَمَّ اَمِيْنٍ۔ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ۔ وَلَقَدْ رَاَهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِْمٍ۔ فَآيْنَ تَذٰهُبُوْنَ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ۔ (التکویر 81: 19-28) (ترجمہ: بیشک یہ (قرآن) فرشتہ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے۔ جو صاحب قوت مالک عرش کے ہاں اونچے درجے والا، سردار اور امانتدار ہے۔ اور (کے والو) تمہارے رفیق (یعنی محمدؐ) دیوانے نہیں ہیں۔ بیشک انہوں نے اس (فرشتے) کو (آسمان کے کھلے یعنی) مشرقی کنارے پر دیکھا ہے۔ اور وہ پوشیدہ باتوں (کے ظاہر کرنے) میں بخیل نہیں۔ اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں۔ پھر تم کدھر جا رہے ہو۔ یہ تو جہان کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے۔)

32 النجم 53: 1-5

33 الحجر 15: 42

34 ص 38: 82-83

35 النحل 16: 99

36 ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، 1999، 229/3

37 قاضی عیاض، الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، دار الفیحاء، عمان، 1407ھ، 2/298

38 ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، دار المعرفة، بیروت، 1379ھ، 8/439

39 البانی، ناصر الدین، نصب المجانیق لنسف قصة الغرائیق، المکتب الاسلامی، بیروت، 1996ء، ص: 38

40 فتح الباری، 8/439

41 نصب المجانیق لنسف قصة الغرائیق، ص: 38

42 ایضاً: 43

43 محمد الغزالی، فقه السيرة النبوية، دار القلم، دمشق، 1976ء، ص: 119

44 الحج 22: 52

45 محمد الصادق ابراہیم عرجون، محمد رسول اللہ ﷺ، دار القلم، دمشق، 1985ء، 2/75

46 الجامع الصحيح للبخاری، کتاب سجود القرآن وسنتها، باب سجدة النجم (1070)، ص: 84

47 النجم 53: 53-61

48 الجامع الصحيح للبخاری، کتاب التفسیر، باب: فأسجدوا لله واعبدوا (4763)، ص: 416

49 فقه السيرة، ص: 119

50 ایضاً، ص: 121